عصمت پیغمبر ﷺ پر قرآنی شواہد

محمد اصغر عسکری☆

اسلام کے بنیادی عقائد میں سے ایک اہم رکن انبیاء÷ کے معصوم ہونے کا عقیدہ ہے۔طول تاریخ میں ہمیشہ اس موضوع پر گفتگو و بحث ہوتی رہی ہے۔اور انسانیت کے ان روشن میناروں اور بشریت کے ان عملی نمونوں میں لوگوں نے ہمیشہ عیب جوئی کی کوشش کی ہے جن لوگوں میں ان بلند و بالا ہستیوں تک پہنچنے کی طاقت اور ہمت نہیں تھی انہوں نے ہمیشہ ان نورانی ستاروں کو بلند و بالا مقام سے نیچے لانے کی کوششیں کی ہیں۔

اس بحث کی اہمیت کے لئے فقط یہ جاننا کافی ہے کہ انبیاء÷ کی عصمت کے بغیر دینی عقائد میں ایسی دراڑیں پیدا ہو جائیں گی کہ جن کو کبھی پُر نہیں کیا جا سکتا۔

اگر انبیاء÷ کو عام لوگوں کی طرح خطا کار و لغزش کرنے والا جان لیں تو نہ آسمانی کتب پر اعتماد کیا جا سکتا ہے اور نہ خالق و مخلوق کے درمیان کسی موثق واسطے کو ثابت کیا جا سکتا ہے،اور نہ انبیاء÷ کا قول و فعل ہدایت کا ذریعہ بن سکتا ہے،پس ان ہستیوں کے بارے میں معمولی سا اور ضعیف احتمالِ خطا بھی اسلام کے بنیادی عقائد کو ختم کر سکتا ہے۔ اور اس صورت میں مقصد خلقت فوت ہو جائے گا اور انسان کے اس سفر کمال کو طے نہیں کیا جا سکے گا اور نتیجتاً جہالت و گناہ کی تاریکی اس عالم کو اپنی لپیٹ میں لے لے گی۔پس توحیدی ادیان،آسمانی کتب اور انبیا ÷ کی تعلیمات کو ثابت کرنے کے لئے ایسے موثق ذرائع کا ثابت کرنا ضروری ہے۔جو ہر قسم کی خطا و لغزش سے پاک ہوں تا کہ عبد و معبود کے درمیان اتصال کا سلسلہ قائم ہو سکے یہی وجہ ہے کہ دینی عقائد میں تمام انبیاء اور بالخصوص پیغمبر اکرم ﷺ کی عصمت کی بحث بہت ضروری اور نہایت اہمیت کی حامل ہے۔

مسئلہ عصمت کو سب سے پہلی مرتبہ شیعہ متکلمین نے بیان کیا ہے کیونکہ انہوں نے اپنے آئمہ÷ کو معصوم ثابت کرنے کے لئے انبیاء کی عصمت کی بحث کی ہے۔[1]

قرآن میں یہ صفت (عصمت) ملائکہ کے بارے[2] اور خود قرآن کے بارے میں بھی استعمال ہوئی ہے۔[3]

☆ مسئول شعبہ اجتماعیات،نور الہدیٰ ٹرسٹ،بہارہ کہو،اسلام آباد

اس مختصر تحریر میں پیغمبر اکرم ﷺ کی عصمت کے متعلق قرآنی شواھد کو بیان کیا گیا ہے:

ابتدا میں خود عصمت کا معنیٰ واضح کرنا ضروری ہے کہ قرآن میں یہ کلمہ کن کن معانی میں استعمال ہوا ہے لفظ عصمت اپنے تمام مشتقات سمیت تیرہ مرتبہ قرآن میں آیا ہے، اگر چہ لغت میں یہ کلمہ ایک ہی معنیٰ میں استعمال ہُوا ہے اور وہ تمسک و پکڑنے کا معنیٰ ہے۔[4]

سورہ آل عمران آیت نمبر ۱۰۲ میں ارشاد ہوا ہے

''وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعاً وَّلَا تَفَرَّقُوْا''[5]

''خدا کی رسی کو مضبوطی سے تھام لو اور بکھر نہ جاؤ۔''

کبھی کلمہ عصمت ایسی چیز کہ جو حفاظت والا پہلو رکھتی ہے کے معنی میں بھی استعمال کیا گیا ہے اور اسی لحاظ سے پہاڑوں کی بلندی کو عصمت کہا جاتا ہے، اور لغت عرب میں ایسی رسی جس سے سامان کو باندھا جائے عصام کہتے ہیں۔ کیونکہ اس رسی کی وجہ سے سامان بکھرنے سے بچ جاتا ہے اور محفوظ رہتا ہے. بحر حال عقائد میں اس کلمے سے مراد خدا کے بعض صالح بندوں کا گناہ اور اشتباہ سے بچنا اور محفوظ رہنا ہے۔

معروف شیعہ متکلم علامہ فاضل مقدادؒ فرماتے ہیں :

عصمت خدا کی طرف سے مکلّف کے لئے ایک ایسا لطف ہے کہ جس کے ہوتے ہُوئے اطاعت کو ترک کرنے اور معصیت کو انجام دینے کا محرک ہی پیدا نہیں ہوتا۔البتہ قدرت و اختیار کے ہوتے ہوئے۔[6]

اور عدلیہ کا نظریہ بھی اسی سے ملتا جلتا ہے اگر چہ اشاعرہ نے عصمت کی تعریف میں اطاعت خدا اور معصیت خدا پر قدرت اور عدم قدرت کی بحث کی ہے جو یہاں ہمارا موضوع بحث نہیں ہے۔[7]

البتہ موضوع سے متعلق چند نکات کی وضاحت ضروری ہے۔

(۱) پیغمبر ﷺ کے معصوم ہونے کا مطلب فقط گناہوں کو ترک کرنا نہیں ہے کیونکہ یہ تو ایک عام فرد سے بھی ممکن ہے کہ بعض حالات میں وہ گناہ نہ کرے لیکن اس کے اندر گناہ نہ کرنے کا ملکہ نہ پایا جائے۔ جیسے بلوغ سے پہلے ایک بچہ دنیا سے چلا جائے اور کسی خطا کا مرتکب نہ ہو۔ یا ایک ایسا شخص کہ جسے دور افتادہ علاقے میں قید کر دیا جائے اور اس کے لئے گناہ کرنا ممکن ہی نہ ہو۔

لیکن ایسے افراد کے لئے نہیں کہا جا سکتا کہ وہ ملکہ عصمت رکھتے ہیں جس شخص نے ساری زندگی شراب دیکھی تک نہ ہو اور نہ پی ہو اس کے لئے یہ نہیں کہا جا سکتا کہ وہ معصوم ہے۔ بلکہ معصوم سے مراد ایک ایسا فرد ہے جو طاقتور نفسانی ملکہ رکھتا ہو کہ جو سخت ترین حالات میں بھی جہاں گناہ کے تمام شرائط بھی موجود ہوں تب بھی کوئی خطا ولغزش نہ کرے ایک ایسا ملکہ جو مکمل طور پر گناہ کی خرابیوں سے آگاہی رکھتا ہو اور چونکہ ایسا ملکہ خداوند متعال کی خاص عنایت کے بغیر ممکن نہیں ہوتا لہٰذا اس کا حقیقی فاعل اگر چہ خدا ہوتا ہے، لیکن اس کے ساتھ ساتھ فرد معصوم بھی اختیار رکھتا ہے۔[8]

(۲) عصمت پیغمبر ﷺ سے مراد دونوں طرح کی عصمت ہے یعنی عصمت علمی بھی اور عصمت عملی بھی کیونکہ فرق ہے عصمت علمی اور عصمت عملی۔ میں ایک عام انسان ممکن ہے اچھے بُرے کا علم رکھتا ہو، اس کے اندر اچھائی برائی کی تشخیص دینے کا ملکہ موجود ہو، لیکن اس پر عمل نہ کرے تو اس کے لئے کہا جا سکتا ہے کہ عصمت علمی رکھتا ہے، لیکن عصمت عملی نہیں ہے اور اسی طرح ایک اور شخص ممکن ہے اچھے بُرے کا ادراک نہ رکھتا ہو مگر عمل کے میدان میں سالم ہو اور گناہوں سے محفوظ ہو۔ تو اس کے لیے کہا جا سکتا ہے کہ عصمت رکھتا ہے۔[۹]

(۳) عصمت یا نسبی ہوتی ہے اور یا عصمت مطلق ہوتی ہے۔ نسبی سے مراد بعض موارد اور بعض حالات میں معصوم ہونا۔ ممکن ہے ایک فرد بعض گناہوں کی نسبت معصوم ہو اور وہ گناہ انجام نہ دے۔ پیغمبر ﷺ کی عصمت سے مراد ہرگز عصمت نسبی نہیں ہے بلکہ مطلق عصمت مراد ہے۔ پیغمبر ﷺ کی عصمت کے بارے میں مختلف نظریات پائے جاتے ہیں بعض قائل ہیں کہ نبیؐ بعثت سے قبل اور بعد گناہ کبیرہ کا مرتکب ہو سکتا ہے۔[۱۰]

البتہ یہ نظریہ بہت کمزور اور قابل بحث ہے معتزلہ کے بعض اسلاف قائل ہیں کہ بعثت سے پہلے نبی گناہ کبیرہ انجام دے سکتا ہے مگر بعد از بعثت ممکن نہیں ہے۔[۱۱]

بعض دیگر فرقے گناہ کبیرہ کے ارتکاب کو نہ قبل از بعث اور نہ بعد از بعثت جائز سمجھتے ہیں اور قائل ہیں کہ ایسے گناہان صغیرہ جو فقط نفرت کا باعث ہوں، نبیؐ کے لئے ان کو انجام دینے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ اشاعرہ ایسے گناہوں کو جو انجام دینے والے کی پستی کا موجب بنیں جائز نہیں سمجھتے (جیسے چوری کرنا) ایسے گناہ بعثت کے بعد عمداً و سہواً جائز نہیں ہیں۔[۱۲]

شیعہ اثنا عشریہ کا نکتہ نظر یہ ہے کہ ہر قسم کے گناہ کبیرہ و صغیرہ عمداً و سہواً بعثت سے پہلے اور بعثت کے بعد کسی صورت میں جائز نہیں ہیں۔ مسلمانوں کے مختلف مکاتب فکر کے ان اجمالی نظریات جاننے کے بعد اب آیئے دیکھتے ہیں قرآن نے عصمت پیغمبرؐ کے حوالے سے کیا راہنمائی کی ہے؟

قرآن میں عصمت کے بارے میں متعدد آیات موجود ہیں، ان میں سے بعض مرحلہ ابلاغ رسالت کو بیان کرتی ہیں اور بعض پیغمبر ﷺ کے عصیان واشتباہ (نعوذ اللہ) پر ناظر ہیں۔ سورہ ص آیت نمبر ۸۲۔۸۳ میں خداوند متعال نے قول شیطان کو نقل کیا ہے:

''فَبِعِزَّتِکَ لَاُ غْوِیَنَّھُمْ اَجْمَعِیْنَ O اِلَّا عِبَادَکَ مِنْھُمُ الْمُخْلَصِیْنَ''

''شیطان نے کہا تیری عزت کی قسم میں سب انسانوں کو گمراہ کروں گا مگر تیرے مخلص بندے''

اس آیت میں لفظ مخلَص آیا ہے تو سب سے پہلے مخلِص اور مخلَص کا فرق واضح ہونا چاہیے مخلِص باب افعال کا اسم فاعل ہے، اخلاص مصدر سے۔ مُخلِص ایسے فرد کو یا ایسی چیز کو کہا جاتا ہے کہ جس نے اپنے عمل اور عقیدے کو خدا پر ایمان کے راستے میں خالص کر دیا ہو۔ اور مخلَص باب افعال کا اسم مفعول ہے یعنی ایسا فرد یا چیز جس کو کسی اور نے خالص کیا ہو۔

لہذا مخلصَین یعنی ایسے افراد کہ خدا کی مدد ولطف سے جن کا سراپا وجود خدا کیلئے خالص ہو جائے لہذا شیطان ہرگز ان پر مسلط نہیں ہوسکتا، دعائے ندبہ میں بھی خدا کے اولیاء کے لیے یہی تعبیر آئی ہے۔

''اولئک الذّین اسۡتَخۡلَصۡتَھُمۡ لِنفسکَ و دِیۡنکَ''

''تیرے وہ اولیاء جن کو تو نے اپنے لیے اور تیرے دین کے لیے خالص کیا ہے''

اس آیت میں کلمہ مخلص کا سب سے بڑا مصداق معصوم ہے اگر چہ یہ معصوم سے مختص نہیں ہے یہ تعبیر اگر چہ نبیؐ سے مختص نہیں ہے مگر اس میں بھی کسی قسم کا شک وشبہ نہیں ہے کہ اس کا مظہرِ کامل نبی ﷺ ہیں کہ جو ہرگز نفس اور شیطان کی پیروی نہیں کرتے ان مذکورہ دو آیتوں کے مشابہہ ایک اور آیت بھی ہے سورہ حجر آیت نمبر ۴۲ میں ارشاد ہوا

''اِنَّ عِبَادِیۡ لَیۡسَ لَکَ عَلَیۡھِمۡ سُلۡطٰنٌ''

خدا نے شیطان سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

'' تو ہرگز میرے بندوں پر تسلط نہیں رکھ سکے گا''

قرآن کی بعض دیگر آیات میں ان مخلصین کی نشاندہی بھی کی گئی ہے اور بتایا گیا ہے کہ عبادی یا عبادنا سے مراد کون ہیں؟ ان آیات میں انبیاء÷ میں سے چند نبیوں کا نام لیا گیا ہے۔ سورہ یوسف آیت نمبر ۲۴ میں حضرت یوسفؑ کو مخلَص کہا گیا ہے سورہ مریم ۵۱ میں حضرت موسی -کے بارے میں یہی تعبیر آئی ہے۔

ان آیات سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ خصوصیت کسی ایک نبی ﷺ کے ساتھ مخصوص نہیں ہے بلکہ مقام ومنصب نبوت کا لازمہ ہے۔ قرآن کی بعض دیگر آیات میں پیغمبر اکرم ﷺ کی مطلق اطاعت کا حکم دیا گیا ہے۔ اور وہ پیغمبر ﷺ کی عصمت پر شاھد ہے۔ جیسے

'' اَطِیۡعُوا اللّٰہَ وَ اَطِیۡعُوا الرَّسُوۡلَ وَ اُولِیۡ الۡاَمۡرِ مِنۡکُمۡ ''[۱۳]

''اطاعت کرو اللہ کی رسول کی اور تم میں سے جو صاحبان اُمر ہیں ان کی''

اسطرح کی دیگر آیات بھی موجود ہیں جن میں پیغمبرؐ کی اطاعت مطلقہ کا حکم دیا گیا ہے۔ ان آیات میں پیغمبر اسلامؐ کی مطلق اطاعت کا حکم دینا ان کے معصوم ہونے پر سب سے بڑا شاھد ہے۔ کیونکہ یہ آیات پیغمبر ﷺ کی اطاعتِ مطلقہ کا حکم دیتی ہیں اور جب کسی کی اطاعت کسی خاص وقت اور فعل سے مقیدّ نہ ہو تو اس کا ہر قول وفعل قابل اطاعت ہوگا اور اس کے ہر قول وفعل کا قابل اطاعت ہونا دلیل ہے کہ وہ ہر قسم کی خطاء سے پاک ہے کیونکہ اگر فرض کریں پیغمبرؐ خطا اور گناہ کرنے والے ہوتے، تو محال ہے، خدا ان کی اطاعت کا حکم دے۔ پس معلوم ہوا پیغمبرؐ کے اعمال وکردار خدا کے دستور کے مطابق ہوتے ہیں۔ بہرحال قرآن کی بہت سی آیات پیغمبر ﷺ کو معصوم اور قابل اطاعت جانتی ہیں بعض آیات پیغمبرؐ کے درست تلقیِ وحی پر ناظر ہیں اور بعض مقام ابلاغ رسالت میں عصمت پر دلیل ہیں۔

سورہ جن کی آیت نمبر ۲۶۔۲۸ میں ارشاد ہوا:

''عٰلِمُ الۡغَیۡبِ فَلَا یُظۡھِرُ عَلٰی غَیۡبِہٖۤ اَحَدًا ۝ اِلَّا مَنِ ارۡتَضٰی مِنۡ رَّسُوۡلٍ فَاِنَّہٗ

یَسْلُکُ مِنْ بَیْنِ یَدَیْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖ رَصَدًا O لِّیَعْلَمَ اَنْ قَدْ اَبْلَغُوْا رِسٰلٰتِ رَبِّهِمْ وَاَحَاطَ بِمَا لَدَیْهِمْ وَاَحْصٰی کُلَّ شَیْءٍ عَدَدًا O''

''وہ غیب کا جاننے والا ہے اور اپنے غیب کسی پر ظاہر نہیں کرتا سوائے اس رسول کے جسے اس نے برگزیدہ کیا ہو وہ اس کے آگے اور پیچھے نگہبان مقرر کردیتا ہے تاکہ اسے علم ہو جائے کہ انہوں نے اپنے رب کے پیغامات پہنچائے ہیں اور جو کچھ ان کے پاس ہے اس پر اللہ نے احاطہ کر رکھا ہے اور اس نے ہر چیز کو شمار کر رکھا ہے''

اس آیت میں (ارتضی) اور یسلک کا فاعل خداوند متعال ہے۔ من بین یدیہ ومن خلفہ یعنی سامنے سے اور پیچھے سے خدا نے محافظ قائم کیے ہوئے ہیں اس جملے کی تفسیر میں دو احتمال پائے جاتے ہیں پہلا احتمال یہ ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ پیغمبر ﷺ کے قلب مطہر کے اطراف میں خدا نے محافظین قائم کیے جو ہر قسم کے عامل تخریب کو روکتے ہیں نہ شیطان اس میں نفوذ کرسکتا ہے اور نہ نسیان آسکتا ہے۔ اور دوسرا احتمال یہ ہے کہ اس جملے سے مراد یہ ہو کہ دریافت وحی کے وقت پیغمبر ﷺ کی دو حالتیں ہوتی تھیں ایک حالت یہ ہوتی تھی کہ پیغمبرؐ مقام ربوبی کی طرف متوجہ ہوتے تھے۔ من بین یدیہ اسی کی طرف اشارہ ہے اور دوسرا اس رسالت کو ابلاغ کرتے وقت لوگوں کی طرف رخ کرتے تھے اور مقام ربوبی کی طرف پشت ہو جاتی تھی۔ ومن خلفہ اس دوسری حالت کی طرف اشارہ ہے۔ خلاصہ یہ کہ خداوند متعال جب وحی کرتا ہے تو ہر طرف سے فرشتوں کو مامور کرتا ہے تاکہ وہ دریافتِ وحی، حفاظت وحی اور ابلاغِ وحی کے تمام مراحل میں نبی ﷺ کی حفاظت کریں تاکہ وہ کسی قسم کے اشتباہ وخطا سے دوچار نہ ہوں۔

سورہ نساء آیت نمبر ۱۱۳ میں ارشاد ہوتا ہے۔

''وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَیْکَ وَرَحْمَتُهٗ لَهَمَّتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْهُمْ اَنْ یُّضِلُّوْکَ وَمَا یُضِلُّوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَهُمْ........''

''اور (اے رسولؐ) اگر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت آپ کے شاملِ حال نہ ہوتی تو ان میں سے ایک گروہ نے تو آپ کو غلطی میں ڈالنے کا فیصلہ کر لیا تھا حالانکہ وہ خود کو ہی غلطی میں ڈالتے تھے اور وہ آپ کا تو کوئی نقصان نہیں کر سکتے اور اللہ نے آپ پر کتاب و حکمت نازل کی ہے اور آپ کو ان باتوں کی تعلیم دی جنہیں آپ نہیں جانتے تھے اور آپ پر اللہ کا بڑا فضل ہے''

مفسرین نے اس آیت کے متعدد شانِ نزول بیان کیے ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ ایک دن پیغمبر گرامی اسلام ﷺ کے کسی صحابی کی ذرہ چوری ہوگئی ذرہ والے مالک نے کسی پر چوری کا گمان کیا تو جب چور کو خطرہ محسوس ہونے لگا تو اس نے ذرہ کو ایک یہودی کے گھر میں پھینک دیا اور اپنے قبیلے والوں سے کہا کہ پیغمبرؐ کے پاس جائیں اور میری بے گناہی کی گواہی دیں اور بتائیں کہ وہ ذرہ ایک یہودی کے گھر میں ہے۔ لوگوں نے یہودی کو چور سمجھ لیا اور جس نے چوری کی

تھی اس کو بے قصور ٹھہرانے لگے اس دوران پیغمبرؐ پر وحی نازل ہوئی، خدا نے سارا واقعہ اور حقیقت سے اپنے حبیب کو آگاہ کردیا۔ اور پھر یہ آیت نازل ہوئی اگر خدا کا فضل اور رحمت شامل حال نہ ہوتی تو لوگ خلاف واقع عمل کر کے رسول کو بہکانے کی کوشش کر رہے تھے (**علّمک**) سے پتہ چلتا ہے کہ خدا کی طرف سے کتاب وحکمت کے علاوہ بھی تعلیم کے لیے رسول خدا ﷺ کے پاس خصوصی ذرائع موجود تھے جن کی وجہ سے رسول خدا ﷺ علم ومعرفت اور کشفِ حقائق کی اس منزل پر فائز تھے کہ جن کے بعد خلاف عصمت کسی غلطی کے سرزد ہونے کا امکان نہیں رہتا چنانچہ علم ویقین کا نتیجہ عصمت ہے، البتہ علم ویقین حاصل ہونے کے بعد عصمت قائم رکھنے پر مجبور بھی نہیں ہوتے بلکہ یہاں عزم وارادہ نفس کی پاکیزگی اور محبت الٰہی کی وجہ سے اپنے اختیار سے عصمت پر قائم رہتے ہیں، اسی وجہ سے معصوم کی عصمت اس کے لیے باعث فضلیت ہے۔

سورہ الحاقہ آیات ۴۴ تا ۴۷ میں فرمایا:

''وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْاَ قَاوِيْلِ ......''

''اگر وہ (نبی) تھوڑی سی بات بھی گھڑ کر ہماری طرف منسوب کرتے تو ہم اسے دائیں ہاتھ سے پکڑ لیتے پھر اس کی شہ رگ کاٹ دیتے، پھر تم میں سے کوئی مجھے اس سے روکنے والا نہ ہوتا''

سورہ یونس میں ارشاد ہوا:

''وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيَا تُنَا بَيِّنٰتٍ قَالَ الَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ لِقَآءَ نَا ائْتِ بِقُرْاٰنٍ غَيْرِ هٰذَآ اَوْبَدِّلْهُ قُلْ مَا يَكُوْنُ لِيْٓ اَنْ اُبَدِّ لَهُ مِنْ تِلْقَآئِ نَفْسِيْ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا يُوْحٰٓى اِلَيَّ اِنِّيْٓ اَخَافُ اِنْ عَصَيْتُ رَبِّيْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ''

''اور جب انہیں ہماری آیات کھول کر سنائی جاتی ہیں تو جو لوگ ہم سے ملنے کی توقع نہیں رکھتے وہ کہتے ہیں اس قرآن کے سوا کوئی اور قرآن لے آؤ یا اسے بدل دو کہہ دیجیے مجھے اختیار نہیں کہ میں اسے اپنی طرف سے بدل دوں میں تو اس وحی کا تابع ہوں جو میری طرف بھیجی جاتی ہے، میں اپنے رب کی نافرمانی کی صورت میں بہت بڑے دن کے عذاب سے ڈرتا ہوں''

مخالفین عصمت پیغمبر اسلام نے چند آیات قرآنی کو دلیل کے طور پر پیش کیا ہے آیئے ان آیات میں غور وفکر کرتے ہیں اور دیکھتے ہیں کیا یہ آیات پیامبر اسلام ﷺ کی عصمت کے خلاف کوئی شاہد بن سکتی ہیں یا نہیں؟ خداوند متعال نے سورہ ضحیٰ میں فرمایا ہے!

''وَوَجَدَكَ ضَآلًّا فَهَدٰى''

اس آیت میں خدا نے پیغمبر اکرم ﷺ کو ایک فرد ضال کہا ہے اور یہ پیغمبر ﷺ کی جوانی اور بعثت سے پہلے کے

بارے میں فرمایا:

''أَلَمْ يَجِدْكَ يَتِيمًا فَآوَىٰ وَوَجَدَكَ ضَآلًّا فَهَدَىٰ وَوَجَدَكَ عَآئِلًا فَأَغْنَىٰ''

''اے رسول کیا اس نے آپ کو یتیم نہیں پایا پھر پناہ دی اور اس نے آپ کو ضال (ناواقف) پایا تو راستہ دکھایا''

استدلال کرنے والوں نے ضال کا معنیٰ گمراہ کیا ہے اور کہا ہے کہ ضال کو ھدیٰ کے مقابلے میں لایا گیا ہے جو دلیل ہے کہ اس ضال سے مراد گمراہی ہے، اور گمراہی یعنی؛ دینی امور میں گمراہی جو کہ عصمت سے منافات رکھتی ہے۔اس کا جواب یہ ہے کہ ضال لغت عربی میں تین معانی میں استعمال ہوتا ہے، گمراہ گمنام اور گمشدہ اگر ضال بمعنی گمراہ ہو جیسا کہ استدلال کرنے والوں نے یہی معنی مراد لیا ہے اور سورہ فاتحہ کی اس آیت کو بھی شاہد کے طور پر پیش کیا ہے کہ

'غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ '

تو اس کا جواب یہ ہے کہ ضال کے دو استعمال ہیں

(۱) تاریکی دل جو کفر و شرک یا گناہوں کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے

(۲) فاقد ہدایت عدمی ہے جیسے ایک بچہ جس کی زندگی کی ابھی چند بہاریں گذری ہوں وہ فاقد ہدایت ہوتا ہے، اور زندگی کے اس حصے میں فاقد ھدایت ہونا کوئی برائی نہیں ہے اور اس آیت میں ضال اس معنیٰ میں ہے، نہ کہ وہ گمراہی جو دل کی سیاہی کا نتیجہ ہو، اور اس مطلب پر شاہد یہ ہے کہ ان آیات میں خداوند متعال نے اپنی ان نعمتوں کا ذکر کیا ہے جو اس نے اپنے حبیب کو عطا کی ہیں، فرمایا تم بچپن میں یتیم ہو گئے تھے ہم نے تمہیں پناہ دی یعنی؛ عبدالمطلب اور ابو طالب کے ذریعے تمہاری پرورش کی، اور زندگی کی ابتدا میں تم فاقد ھدایت تھے کیونکہ کوئی بھی موجود بالذات کمالات کا حامل نہیں ہوتا، بلکہ جو بھی وہ کمال حاصل کرتا ہے وہ خدا سے لیتا ہے اور اگر خدا کا لطف نہ ہوتا تو کوئی بھی انسان راہ ہدایت کو نہ پہنچتا اسی مطلب کو خدا نے قرآن میں بیان کیا ہے۔

''رَبُّنَا الَّذِيٓ اَعْطٰى كُلَّ شَيْءٍ خَلْقَهٗ ثُمَّ هَدٰى ''القرآن، طہٰ آیت نمبر ۵۰

''ہمارا رب وہ ہے جس نے ہر چیز کو اس کی خلقت بخشی پھر ہدایت دی''

لہذا خداوند متعال نے ابتدا سے ہی ہر موجود کی ہدایت کا اہتمام کیا ہے، سورہ ضحیٰ کی اس آیت میں ضال سے مراد ایسی ہدایت کا فقدان ہے اور یہ عصمت کے منافی نہیں ہے۔

پس ضلالت سے مراد ابتدائی زندگی میں ہدایت کا فقدان ہے اور فہدیٰ سے مراد تکوین و تشریعی ہدایت ہے دوسری آیت جس کو شاہد کے طور پر پیش کیا جاتا ہے۔شوریٰ آیت ۵۲ ہے ارشاد ہوا:

''وَكَذٰلِكَ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ رُوْحًا مِّنْ اَمْرِنَا مَا كُنْتَ تَدْرِيْ مَا الْكِتٰبُ وَلَا الْاِيْمَانُ وَلٰكِنْ جَعَلْنٰهُ نُوْرًا نَّهْدِيْ بِهٖ مَنْ نَّشَآءُ مِنْ عِبَادِنَا وَاِنَّكَ لَتَهْدِيْٓ

اِلَی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیمٍ''

''اور اسی طرح ہم نے اپنے امر میں سے ایک روح آپ کی طرف وحی کی ہے آپ نہیں جانتے تھے کہ کتاب کیا ہے اور نہ ہی ایمان کو جانتے تھے لیکن ہم نے اسے روشنی بنا دیا جس سے ہم اپنے بندوں میں سے جسے چاہتے ہیں ہدایت دیتے ہیں اور آپ تو یقیناً سیدھے راستے کی طرف راہنمائی کر رہے ہیں''

مخالفین عصمت نے اس آیت میں 'ماکنت تدری ما الکتب و لا الا یمان ' کو شاہد بنایا ہے کہ پیغمبر گرامی اسلام وحی سے 'قبل فاقد ایمان' تھے اور وحی کے بعد آپ ایمان لائے اور جو اپنی زندگی کے کسی حصے میں ایمان نہ رکھتا ہو وہ کیسے معصوم ہوسکتا ہے؟

اس کا جواب دینے سے پہلے یہ وضاحت بھی ضروری ہے کہ اس سوچ کے حامل افراد پہلے کوئی نظریہ قائم کرتے ہیں پھر دلیل کو ڈھونڈتے ہیں ورنہ اس آیت میں اس طرح کی دیگر آیات میں معمولی سے غور وفکر سے بھی آیت کے مطلب کو سمجھا جاسکتا ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ 'ما کنت تدری ' اور 'ماکان ' کے جملے عرب ایسی جگہ میں استعمال کرتے ہیں جہاں کسی چیز سے اس کے امکان کی نفی کی جائے قرآن نے بھی یہ جملے ایسی ہی جگہ استعمال کیے ہیں شاہد کے طور پر قرآن کی یہ آیات پیش ہیں، (آل عمران ۱۴۵، آل عمران ۱۶۱، توبہ ۱۷) لہذا آیت مورد بحث میں بھی حقیقت میں اسی امکان کی نفی ہوتی ہے 'ما کنت تدری ماالکتاب و لا ایمان ' سے مراد یعنی اے رسول ﷺ اگر ہم آپ پر وحی نازل نہ کرتے تو کتاب سے آگاہی اور ایمان لانا تیرے لیے ممکن ہی نہیں تھا۔ سورہ ھود آیت نمبر ۴۹ میں بھی 'ما کنت تعلمها ' اسی مطلب کی طرف اشارہ ہے۔ یعنی؛ اگر ہم وحی نہ کرتے تو اے رسول ﷺ آپ اس کتاب کے بارے میں کچھ نہ بھی نہ جان سکتے۔

پس مخالفین عصمت نے اپنے زعم باطل کی بنیاد پر ان آیات کو عصمت پیغمبر اسلام کے منافی جانا ہے جس کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں ہے، اور واضح ہوگیا کہ یہ آیات کسی حوالے سے بھی رسولِ خدا ﷺ کی عصمت کے منافی نہیں ہیں۔

اگر چہ یہ بحث نامکمل ہے کیونکہ مخالفین عصمت پیغمبرؐ نے اور بھی آیات کو دلیل کے طور پر پیش کیا ہے۔ لیکن یہ موضوع ایک الگ مقالے کا متقاضی ہے لہذا یہاں پر بحث نہیں کرتے۔

اس مقالے کے آخر میں سہو نبی کے بارے بحث کرنا ضروری ہے تاکہ بحث مکمل ہو جائے اشاعرہ اور معتزلہ جو پیغمبرؐ کے لیے گناہ صغیرہ کو سھواً جائز سمجھتے ہیں اس مسئلہ میں بھی سھو نبی کے قائل ہیں اور اس سھو سے مراد امور شرعی کی تطبیق میں خطا ہو جیسے نماز کی رکعات میں بھول جانا۔

یا امور شخصی و مادی میں خطا ہو جیسے پیغمبر ﷺ کسی کا قرضہ دینے میں اشتباہ کریں، اشاعرہ اور معتزلہ سھو کی ان دونوں قسموں کو پیغمبرؐ کے لیے جائز سمجھتے ہیں جب کہ شیعہ امامیہ کا تقریباً اتفاق ہے کہ نبی سھو نہیں کرسکتا۔

شیخ بہائیؒ کو جب کسی نے کہا کہ شیخ صدوق سہو نبی کے قائل ہیں تو انہوں نے خوبصورت جملہ فرمایا:

''سھو ہ فی سھو النبی ''

یعنی شیخ صدوق نے سہو نبی والے مسئلے میں خود سہو کیا ہے۔[۱۴]

بحرحال علماء شیعہ کی واضح اکثریت جیسے شیخ مفیدؒ، شیخ طوسیؒ ،محقق حلیؒ ، علامہ حلی خواجہ نصیر الدین طوسیؒ شہید اولؒ، فاضل مقدادؒ، شیخ حر عاملیؒ ، علامہ مجلسیؒ ،سھو نبی کو جائز نہیں جانتے۔اور واضح کیا ہے کہ اس کا فلسفہ یہ ہے کہ اس سے لوگوں کا نبی پر اعتماد باقی نہیں رہے گا اور لوگوں کے درمیان نبی کے بارے نفرت پیدا ہو جائے گی ،اور نبی کا کردار و گفتار قابل عمل نہیں رہیں گے۔

اس پوری بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ تمام انبیاء ÷ اور بالخصوص سید الانبیاء پیغمبر گرامی اسلام ان قرانی آیات کی روشنی میں دریافت وحی ،حفاظت و ابلاغ وحی اور علم و عمل کے تمام مراتب میں معصوم ہیں ،اور عمداً اور سہواً ہر قسم کی خطا سے پاک ہیں۔

☆☆☆☆☆

خُلِقْتَ مُبَرَّأً مِنْ كُلِّ عَيْبٍ
كَأَنَّكَ قَدْ خُلِقْتَ كَمَا تَشَاءُ

حوالہ جات

۱۔ عقیدۃ الشیعہ
۲۔ القرآن، التحریم، ۲
۳۔ القرآن، الفصلت، ۴۲
۴۔ مقاییس اللغۃ، ج ۴، ص ۳۳۱، ابوالحسین احمد بن فارس
۵۔ القرآن، آلعمران، ۱۰۲
۶۔ فاضل مقداد، ارشاد الطالبین، ص ۳۰۱
۷۔ السید الشریف علی بن محمد جرجانی، شرح المواقف ج ۸، ص ۲۸۰
۸۔ آموزش عقائد، مصباح یزدی، درس ۲۴
۹۔ جوادی، آملی، تفسیر موضوعی قرآن، ج ۹، ص ۵
۱۰۔ فرقہ حشویہ
۱۱۔ قاضی عبدالجبار معتزلی، شرح اصول الخمسہ، ص ۵۷۵
۱۲۔ شرح تجوید الاعتقاد، فاضل قوشجی، ص ۴۶۴
۱۳۔ القرآن، الاحزاب، ۱
۱۴۔ الھیات ج ۲، ص ۱۸۰، حسن بن محمد مکی

☆☆☆☆☆